خطبۂ تبوک

عبدالقدوس ہاشمی

(۴)

(۲۸) والغلول من حر جہنم اور غلول جہنم کی تپش میں سے ہے

غلول عربی زبان کا ایک مصدر ہے جس کے کئی معانی آتے ہیں - ایک منی ہے کسی چیز کو چھپا لینا اور اپنے سامان میں ملا دینا - یہاں یہ لفظ ال غنیمت یا کسی اور قسم کے مال متروکہ کو دوسروں کی نظر سے چھپا کر بنے قبضہ میں کرلینے کے لئے استعمال ہوا ہے - جنگ یا کسی ایسے ہی موقع ، اس کی بڑی گنجائش رہتی ہے - کہ کوئی آدمی گری پڑی چیز کو لدی سے اٹھا کر اپنے ذاتی سامان میں چھپا لے، دوسروں کو خبر بھی نہ ہونے ائے اور مال اس کے ہاتھ لگ جائے -

ارشاد نبوی یہ ہے کہ ایسا کرنے والا آدمی یہ سمجھ لے کہ اس گناہ ی لازمی سزا جہنم کا عذاب ہے - بہ ظاہر تو یہ مال اچھا ہی نظر آتا ہے مگر رحقیقت یہ جہنم کی تپش اور حرارت کا ایک حصہ ہے، جسے وہ اپنے لئے خود پنے ہی ارادہ اور سعی سے حاصل کر رہا ہے -

مال متروکہ پر قبضہ کرنے میں کچھ لوگ جس قدر بیباک ہوتے ہیں، ماید اتنے بے باک وہ اور کہیں ثابت نہیں ہوتے ناجائز طور پر جھوٹے دعوں، ور جھوٹی قسموں کے ذریعہ مال متروکہ کے حاصل کرنے کے لئے لوگ کیا کیا نہ ذہالت اور چالاکی کا ثبوت دیتے ہیں - کاش ان بددیانت اور بے یقین وگوں کو اس کا یقین ہوتا کہ وہ اس طرح کوشش اور محنت کر کے اپنے ے جہنم کا عذاب اور دوزخ کی تپش حاصل کررہے ہیں -

(۲۹) والسکر کی من النار   اور نشہ جہنم کی آگ سے داغ ہے

کسی ایسے آدمی کا تصور کیجئے جسے آگ سے داغ دیا جائے، اس کی حالت شدت الم سے کیا ہو جاتی ہے۔ اس کی قوت عقلیہ اس درجہ متاثر ہوجاتی ہے کہ حرکات ارادی کی بجائے غیر ارادی حرکات اس سے صادر ہونے لگتی ہیں ۔ چیختا ہے، ہاتھ پیر پٹکتا ہے اور ماھی بے آب کی طرح بے چینی کے ساتھ کروٹیں بدلنے لگتا ہے ۔ بالکل یہی حالت اس شخص کی ہوجاتی ہے جس پر نشہ طاری ہو جاتا ہے ۔ اس کے ہاتھ پیر قابو سے باہر ہوجاتے ہیں، لڑکھڑاتا ہے، جھومتا ہے، فضول بکواس کرتا ہے، قوت عقلیہ معطل ہوجاتی ہے، خیر و شر کی تمیز ختم ہوجاتی ہے ،قوت فکریہ اپنا کام چھوڑ دیتی ہے، کہیں دیوار سے سر ٹکراتا ہے، کہیں نابدان میں جا لیٹتا ہے، ہنستا ہے تو ہنستا ہی چلا جاتا ہے، روتا ہے تو بڑی بڑی دیر تک روتا ہی رہتا ہے ۔ حالانکہ نہ اس کی کوئی وجہ ہوتی ہے اور نہ اس کی کوئی علت۔

چونکہ سکر یعنی نشہ کی کیفیت داغ زدہ کی کیفیت سے تقریباً مشابہ ہوتی ہے اور اس کی اخروی سزا بھی داغ زدہ کے احساس الم سے مشابہت رکھتی ہے، اس لئے سکر کو جہنم کی آگ سے داغ دیے جانے کے برابر قرار دیا گیا ہے ۔

(۳۰) والشعر من ابلیس   اور شعر ابلیس کی طرف سے ہے

شعر کلام موزوں و مقفیٰ کے ذریعہ انسانی احساسات و تاثرات کی ترجمانی کا نام ہے ۔ یہ ایک شخص کے انفرادی احساس کا اظہار ہے اور انفرادی احساسات صحیح بھی ہوسکتے ہیں اور غلط بھی۔ اس کی صحت کے لئے کوئی یقینی سند موجود نہیں ۔ اس طرح شعر صحیح و غلط کا ایک ممزوج مرکب ہوتا ہے، جس میں اچھی بری اور غلط صحیح، سب ہی طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں ۔ پھر بیان کرنے کا انداز، تشبیہ و استعارہ کی بہتات کنایہ و ابہام کی کثرت اسے عجیب قسم کا معجون مرکب بنا کر رکھ دیتی ہے۔ رہا مبالغہ اور ایسا مبالغہ

ں کی سرحدیں کذب و افتراء اور دروغ بافی سے جا ملتی ہیں تو وہ ر کو سنجیدہ اور حامل حقیقت قطعی کلام سے الگ ایک چیز بنا دیتا ہے۔ ں لئے کہا گیا ہے کہ احسن اوست اکذب اوست یعنی بہترین شعر وہ ہے جو ب سے زیادہ جھوٹ ہو۔

شعر میں چونکہ حق و باطل کا امتزاج ہوتا ہے اس لئے شعر کو شیطانی ہامہ یا شیطان کی طرف سے الہام قرار دیا گیا ہے، اگر چہ عربی زبان کے جاہلی روں میں بعض بعض اشعار بڑے سچے اور مبنی برحق بھی مل جاتے ہیں ئن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، باقی سارا کلام فسق و ور فخر، ناپاک اعمال کی کہانی، اور شخصی و خاندانی غرور کے اظہار پر تمل ہے۔ یہی حال دوسری زبانوں کے اشعار کا ہے۔ اپنی زبان اردو کے کسی وان کو اٹھا کر دیکھ لیجئے، چند اشعار اگر صحیح ملیں گے تو سینکڑوں مار جھوٹ اور فسق و فجور کی ترجمانی اور کفر و الحاد کی تبلیغ کے نظر آئیں ۔ مثلاً اردو کے عظیم الشان شاعر حضرت غالب دہلوی کے اس شعر کو کھئے۔

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

اس قسم کے اشعار ہر زبان کے دواوین میں بکثرت ملیں گے۔ اس ، بعض بعض اشعار کے صحیح ہونے اور بعض بعض شاعروں کے صاحب ایمان عمل صالح ہونے کے باوجود شعر کو بہ حیثیت مجموعی اور بہ حکم اکثریت یطانی الہام بتایا گیا ہے۔ اس کی اتباع کرکے کوئی آدمی نہ کامیاب و کامران دگی بسر کرسکتا ہے اور نہ خالق کائنات کی رضا حاصل کرسکتا ہے۔ رہے وہ معار جو صاحب ایمان و عمل صالح حضرات نے کہے ہیں اور ترجمانی حقیقت ، حیثیت رکھتے ہیں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

(۳۱) والخمر جماع الاثم • اور شراب سارے ہی گناہوں کا مجموعہ ہے

یہ فقرہ عربی زبان میں بطور ضرب المثل بھی استعمال ہونے لگا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ شراب سارے ہی گناہوں کا مجموعہ ہے۔ ایک شرابی شراب کے نشہ میں بلکہ شراب کی طلب میں بھی تمام حدود ممنوعہ کو توڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے گھر، خانوادہ اور سارے معاشرے کے لئے عذاب عظیم بن جاتا ہے۔ شراب حرام ہے، شراب پینے والا فاسق ہے اور شراب کو حلال سمجھنے والا صاحب ایمان نہیں ہوتا۔ اللہتعالی نے خمر کو قرآن مجید میں شیطانی عمل اور پلیدگی قرار دے کر اس سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے:

> اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو خمر اور جوا اور بتوں کے استھان اور فال کے تیر، اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ یہ سب پلید اور ناپاک ہیں۔ شیطان کے کاموں میں سے ہیں، تو ان سے تم دور رہو تا کہ فلاح پاؤ۔ شیطان اس کے سوا کچھ اور نہیں چاہتا کہ خمر اور جوا کے ذریعہ تم میں عداوت و بغض ڈال دے، اور اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو روک دے۔ پس کیا تم اس سے باز نہ آؤ گے؟
>
> (سورۃ المائدہ آیت ۹۰ و ۹۱)

قرآن مجید کا انتہائی شدید انداز بیان یہ ہے کہ باز آنے کو کہے، یہ انداز بیان ''حرام قرار دیا گیا،، کہنے سے زیادہ تاکیدی انداز کا سمجھا جاتا ہے۔ خمر (شراب) اور جوئے کو بت پرستی کے ساتھ بیان کرنے سے اس کی شدید حرمت کا بیان مقصود ہے۔ اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ شراب کو حلال سمجھنے والا صاحب ایمان باقی نہیں رہتا ہے۔

شراب کو سارے ہی گناہوں کا مجموعہ کہا گیا ہے اس کے دو وجہ ہیں، اول اس شدت طلب کی وجہ سے جو ایک شرابی کو شراب کے لئے لاحق

ہوتی ہے اور اس وقت وہ اچھے اور برے کی تمیز سے خالی ہوکر وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جس کو گناہ یا فسوق کہا جاتا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ شرابی پر جب نشہ طاری ہوتا ہے تو اس کی عقل اپنا کام کرنے سے عاجز ہو جاتی ہے اور وہ کسی بری بات کو بری بات سمجھتا ہی نہیں، اب اس حالت میں جو عمل اس سے سرزد ہوجائے غیر متوقع نہیں ہے۔

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ اگر شراب پی کر بھی کوئی آدمی ہوش و حواس سے بے بہرہ نہ ہو جائے اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر عادی شراب خوار تھوڑی سی شراب پی کر ہوش و حواس سے بے بہرہ نہیں ہوتے ہیں تو ایسے آدمی کے لئے شراب کی حرمت کم ہوگی یا نہیں ہوگی۔ یہ بڑی شدید غلط فہمی اور حد درجہ کی حماقت ہے۔ احکام انفرادی نہیں ہوا کرتے بلکہ کلی ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ شراب سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، صرف اس کے نتایج سے بچنے کا حکم نہیں ہے۔ نتایج پیدا ہوں یا نہ ہوں اس سے حکم کا کوئی براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔

مثلاً کسی نے جان بوجھ کر بلا عذر سور کا گوشت کھا لیا اس کے بعد اسے کسی وجہ سے متلی شروع ہوئی اور سارا گوشت قے میں نکل گیا، تو اگرچہ تغذیہ جو لازمی نتیجہ اور مقصود ہے خوراک کا، نہ ہوسکا لیکن وہ شخص حرام کھانے کا مجرم تو بہرحال ہو ہی گیا۔ نتیجہ برآمد نہ ہونے کی وجہ سے فعل کی قباحت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ یا کسی نے زنا کیا اور زنا سے حمل قرار نہ پاسکا تو نتیجہ برآمد نہ ہونے کی وجہ سے فعل زنا کی قباحت اور برائی میں کیا کمی رہ جائے گی۔ یا کسی نے بہ نیت قتل کسی کو گولی ماردی اور گولی نشانہ پر نہ پڑی آدمی بچ گیا تو گولی چلانے والا اقدام قتل کا مجرم ہی ہوگا، بے گناہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

بالکل اسی طرح اگر کسی نے ایک گھونٹ شراب پی لی یا زیادہ پی، مگر اس

پر نشه اور بدمستی کی کیفیت طاری نه هوئی تو اس سے نه شراب کی حرمت میں کوئی کمی هوگی اور نه اس شخص کا جرم هلکا هوجائےگا۔ وه بهرحال مجرم ھے۔ چاھے نتیجه جرم برآمد هو یا نه هو۔

دوسری غلط فہمی اس سلسله میں یه پیدا کی جاتی ھے که خمر نام ھے صرف انگوری شراب کا اس لئے هر طرح کی شراب یا دیگر مسکرات پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ھے۔ یه محض موشگافی اور نکته آفرینی ھے جو رائج هو گئی ھے۔ اس کی علمی حیثیت کچھ بھی نہیں ھے۔ عربی زبان میں مادۂ خمر کے معنی هیں ڈھانکنے اور چھپانے کے۔ اسی ماده سے لفظ خمار سر کو چھپانے والی اوڑھنی کے لئے آتا ھے۔ اور اسی سے خمر الشهادة گواهی کو چھپانے کے لئے بولا جاتا ھے۔ عربی قوامیس میں جہاں لفظ خمر کے معنی انگوری شراب کے لکھے هیں وهیں کل مسکر مخامر للعقل (هر نشه آور شے جو عقل کو ڈھانک لے) بھی لکھا هوا ھے۔ اس لئے خمر کا اطلاق هر نشهآور چیز اور اس کے هر جزء پر هوگا۔ چاھے وه شراب هو یا تاڑی، چرس هو یا مدک، بھنگ هو یا افیون۔ از روئے لغت یه سب خمر میں داخل هیں۔ نه قسم بدلنے سے حکم بدل سکتا ھے اور نه مقدار کی کمی بیشی سے کوئی فرق پڑسکتا ھے۔

اس طرح خطبه نبوی میں اس فقره سے مقصود یه ھے که هر نشه آور چیز گناهوں اور معصیتوں کا مجموعه هوتی ھے۔ اس لئے هدایت کی جاتی ھے که ایسی چیز کے قریب کبھی نه جاؤ۔

(۳۲) وشر الماکل مال الیتیم — اور بہت هی برا کھانا ھے، یتیم کا مال کھانا۔

یتیم کے مال میں صرف وهی مال داخل نہیں ھے جو اس کو وراثةً ملا هو بلکه وه سب مال داخل ھے جو یتیم کے نام پر سرکار سے یا اهل خیر سے حاصل کیا گیا هو۔ یه فقره خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو بار بار پڑھنا چاهئے جو

کسی یتیم کے ولی ہوں یا جو یتیم خانوں کے ناظم ہوں۔ خطبہ میں اس فقرہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مال حرام اور برے طریقہ پر حاصل کی ہوئی غذائیں تو اور بھی بہت سی ہوتی ہیں مگر ان میں ایک نہایت ہی بری غذا وہ ہے جو کسی یتیم کے مال سے بطور ناجایز حاصل کی جائے۔

ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا مال ناجائز ذریعے سے حاصل کرکے کھا جاتا ہے تو اس مال کا حقیقی مالک اس کو روکنے اور منع کرنے کی کم از کم صلاحیت تو رکھتا ہے لیکن بے چارہ یتیم تو اس کو منع کرنے کی قدرت بھی نہیں رکھتا۔ اس لئے ایسے مال کو شرالماکل یعنی کھانے کی بہت ہی بری چیز قرار دیا گیا ہے۔

(۳۳) والسعید من وعظ بغیرہ — اور سعید (خوش‌نصیب و کامیاب) وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرلے۔

یعنی وہ شخص سعادتمند اور خوش‌نصیب ہے جس کو براہ راست نصیحت یا تجربہ کی ضرورت نہ ہو بلکہ دوسروں کو دیکھ کر برائی سے احتراز اور بھلائی کو اختیار کرے۔ ''اگلا گرے پچھلا ہوشیار،، اگر کوئی شخص اگلے کو لڑکھڑا کر گرتے دیکھے اور اس کے بعد بھی قدم بڑھانے میں ہوشیاری سے کام نہ لے سکے تو اسے کون سعادتمند اور خوش نصیب کہے گا۔

ہم برے اعمال اور بری عادات کے نتایج روز اور ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور دوستوں میں دیکھتے ہیں، ہمسایوں اور ہم چشموں میں دیکھتے ہیں، اور کہاں نہیں دیکھتے، کہیں کثرت سے سگریٹ پینے کے نتیجہ میں گلا خراب ہوتے اور پھیپھڑوں کو تباہ ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ کہیں فضول خرچی سے کنبوں کو برباد ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں، کہیں چغلخوروں اور خوشامدیوں کو ذلیل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ کہیں جھوٹ

کی قلعی کھلتی ہوئی نظر آتی ہے، کہیں فریبی اور جعلساز کو گرفتار ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں - کیا ان سب کو دیکھ کر بھی اپنے خصائل اور اپنی عادت کو درست کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے ؟ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم خود اپنے آپ کو درست نہیں کرسکتے تو کوئی دوسرا ہمیں سعید و خوش بخت نہیں بنا سکتا - جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت نہیں حاصل کرتا اس پر نصیحت اور تنبیہ کا اثر شاذونادر ہی ہوتا ہے -

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

(۳۴) والشقی من شقی فی بطن امه اور بد بخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ ہی میں بدبخت ہوگیا -

یعنی بدبخت وہ ہے جو شروع ہی سے بدبخت بن گیا ہو- عربی زبان میں انسانی زندگی کے ابتدائی ایام یا ابتدائے غایت کو ظاہر کرنے کے لئے متعدد طریقے ہیں جن میں سے یہ تین زیادہ مستعمل ہیں -

(۱) فی بطن امه اپنی ماں کے پیٹ ہی سے

(۲) منذ لغومة اظفاره ناخن پیدا ہونے کے وقت ہی سے

(۳) من نبت شعره بال اگنے ہی سے

سعید اور شقی دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں - یعنی جو سعید نہیں ہے وہ شقی ہے اور جو شقی نہیں ہے وہ سعید ہے - سعید وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے اور اپنی عادات و خصائل کو درست کر لے اور شقی وہ ہے جو اپنی بری عادت اور ناپسندیدہ خصائل پر قائم رہے ، دوسروں کو دیکھے اور نصیحت نہ حاصل کرے - خطبۂ مبارک کے اس فقرہ میں بتایا گیا ہے کہ شقی وہ ہے جو بالکل ابتدائی وقت ہی سے بری عادات میں گر

و۔ اگر اس نے بری عادات و خصائل دوسروں کو دیکھ کر یا کسی اثر کے تحت اختیار کرلئے تھے تو یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ کسی وقت اس کے ے نتایج کو دیکھ کر یا کسی نصیحت کے ماتحت اپنی اصلاح بھی کرلے، کن جو ابتداء ھی سے برائی میں مبتلاء ہے وہ بڑی مشکل سے اور شاذونادر ھی سلاح پذیر ھوتا ہے۔ عادت خود جبلت بن جاتی ہے۔ وہ ھر صبح و شام ے اعمال اور بری عادات کے نتایج دیکھتا ہے لیکن عبرت نہیں حاصل کرتا۔ یک شرابی اپنے یار میکدہ کو مستی میں سر ٹکراتے ھوئے دیکھتا ہے نابدان یں ساری رات پڑا ھوا پاتا ہے مگر کوئی اثر نہیں لیتا۔ ایک جواری اپنے یفوں کو سارا سرمایہ ھارتے ھوئے دیکھتا ہے، پولیس کے ھاتھوں ذلیل ھوتے ور ڈنڈے کھاتے ھوئے بھی پاتا ہے لیکن عبرت حاصل نہیں کرتا۔

یہ اوگ ھیں حقیقی معنوں میں شقی، بدنصیب اور بدبخت۔ اب اگر ن میں سے کوئی دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرلیتا ہے اور توبہ کرکے اپنی حالت کو درست کرلیتا ہے تو اس کی شقاوت ختم ھوجاتی ہے اور وہ سعد ھوجاتا ہے، ورنہ اسی حالت شقاوت میں مرجاتا ہے ریس اور قمار بازی میں جیتا ھوا روپیہ اور شراب فروشی سے حاصل کی ھوئی دولت یہیں رہ جاتی ہے اور وہ بدبخت عذاب قبر میں مبتلا ھوکر تڑپتا رھتا ہے جہاں نہ اصلاح حال کا وقت ھوتا ہے اور نہ توبہ کے لئے کوئی موقع۔

(۳۰) وانما یصیر احدکم الی موضع اربعة اذرع والامر الی الاخرة	اور تم میں سے ھر شخص بالآخر چار ھاتھ زمین ھی تک پہنچتا ہے اور معاملہ آخرت کے سپرد ھو جاتا ہے

رفتم بہ سر تربت محمود غنی ۔۔۔ پرسیدم کہ چہ بردئی ز دنیاے دنی
گفتا کہ دوگز زمیں و شش گز کرپاس ۔۔۔ تو نیز ھمی بری اگر صد چو منی

(میں محمود غنی کی قبر پر پہنچا تو میں نے پوچھا کہ اس ذلیل دنیا سے آپ کیا لے جا سکے انہوں نے جواب دیا کہ دو گز زمین اور چھ گز کپڑا اور تم بھی یہی کچھ لے جاؤ گے چاہے مجھ سے سوگنا دولت و حشمت تمہیں حاصل ہو۔)

اور یہ بھی تو عام حالات کی طرف اشارہ ہے۔ دو گز زمین اور چھ گز کپڑا بھی سب کو کہاں میسر آتا ہے ہزاروں دریاؤں میں ڈوب کر لاپتہ ہوجاتے ہیں اور سینکڑوں جنگلی درندوں کی غذا بن جاتے ہیں۔ اور جنہیں اس دنیائے دنی سے چھ گز کپڑا دے کر دو گز زمین میں چھپا دیا جاتا ہے انہیں بھی یہ کپڑا اور زمین وہاں کیا کام آتی ہے۔

بے بس و تنہا پڑے ناچار جا کر گور میں
کچھ نہ ان کے ساتھ دنیا سے گیا الا عمل

(۳۹) وملاک العمل خواتمہ — اور عمل کی حقیقت اس کے آخری حصے ہوتے ہیں۔

عربی زبان میں لفظ ملاك کے متعدد معانی ہیں۔ ایک ضرب المثل ہے القلب ملاك الجسد (دل بدن پر اقتدار رکھتا ہے) اسی طرح جانوروں کے پاؤں جن پر ایک چوپایہ کھڑا ہوتا ہے، انہیں ملاك الدابة کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس مٹی کو بھی جس سے کمہار برتن بنا تا ہے ملاك کہتے ہیں۔

یہاں اس فقرہ کے معنی یہ ہیں کہ عمل کے معاملہ میں اعتبار کسی عمل کے آخری حصوں کا ہوگا، اوائل و اواسط کا نہیں ہوگا۔ مثلاً ایک شخص جہاد کے لئے گھر سے نکلا مگر مقصود یہ تھا کہ اس طرح اس کی شجاعت کا سکہ بیٹھ جائے گا۔ لیکن میدان جہاد میں پہنچ کر اس کی نیت بدل گئی اور اب اس کے سامنے رضائے الہی کے سوا کچھ باقی نہ رہا تو اس کا جہاد مقبول بارگہ خداوندی ہوگا۔ اس کے عمل کے آخری حصہ میں جو اس کا مقصود تھا وھی اس کے عمل کی حقیقت قرار پائے گا۔

ایک دوسری مثال لیجئے ایک آدمی نے کسی یتیم لڑکی کی پرورش و پرداخت کا ذمہ لیا اور صرف رضائے الہی کو مقصود بنا کر اس کی پرورش کی مگر جب لڑکی جوان ہوئی تو اس نے لڑکی کو فروخت کردیا یا بدکاری میں لگا دیا تو اس کے پچھلے اعمال پرورش و پرداخت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ وہ خدا اور قانون دونوں کی نظر میں ایک مستوجب سزا مجرم ہی ہوگا۔ بلکہ اس کا بھی خطرہ ہے کہ آخرت میں اس کے پچھلے اعمال نیک بھی گناہ قرار پائیں۔

ایک مفہوم اس فقرہ کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عمل کرنے والے کا جس عمل پر خاتمہ ہوا ہے، اس کا اعتبار ہوگا۔ اگرچہ یہ بات دوسرے احکام کے اعتبار سے صحیح ہے مگر اس فقرہ سے یہ مفہوم لینا دور از کار تاویل ہوگی۔

(باقی)